رسول اکرم ﷺ کے طریقۂ تعلیم کی خصوصیات

مولانا ڈاکٹر اکرام اللہ جان قاسمی ☆

یہ ایک حقیقت ہے کہ اصل علم، علم الٰہی ہے یعنی وہ علم جس کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور حضرات انبیا کرام کے ذریعے انسانوں کی ہدایت کے لئے بذریعہ وحی بھیجا گیا ہے، یہ علم حقیقی اور قطعی ہے اور اس میں کسی شک وشبے، جھوٹ، غلط بیانی یا خلافِ واقعہ ہونے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ علم ہر پیغمبر کو ودیعت کیا گیا ہے۔ اور اس سلسلے کے سب سے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس کے بالمقابل ایک علم وہ ہے جو انسانی حواس اور عقل وتجربے سے وجود میں آتا اور تشکیل پاتا ہے، یہ علم غیر یقینی، غیر قطعی اور غیر حتمی ہوتا ہے، اس میں نامکمل اور غلط ہونے اور ردو بدل کرنے کی گنجائش ہوتی ہے اور یہ اس لئے ہے کہ انسانی حواس اور عقل محدود ہے اور اس سے حاصل شدہ علم اور تجربہ بھی محدود اور نامکمل ہوتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی ذات انسانیت کیلئے بہترین نمونہ ہے جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (۱)

آپ ﷺ کا یہ بہترین نمونہ ہونا زندگی کے ہر شعبے میں ہے۔ لہٰذا تعلیم کے باب میں بھی آپ بہترین نمونہ ہیں، اور آپ دنیا والوں کے لئے ایک مثالی معلم ہیں، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

اِنّما بُعِثتُ مُعلّما (۲)

مجھے معلم بنا کر ہی بھیجا گیا ہے۔

عام معلمین میں بھی بعض اوصاف کا ہونا ضروری ہوتا ہے مگر ان میں موجود اوصاف کسبی ہوتے ہیں یعنی انہوں نے یہ اوصاف سیکھنے سکھانے یا عقل اور تجربے سے حاصل کئے ہوتے ہیں۔ مگر رسول اکرم ﷺ کے اوصاف اور کمالات کسبی نہیں بلکہ وہبی ہیں، یعنی خالص اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہامی طور پر ان کو ودیعت کئے گئے ہیں۔ پھر جس طرح آپ ﷺ خاتم النبین اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے سردار ہیں اور

☆ نائب مہتمم جامعۃ النبات الاسلامیہ، سرڈھیری، چارسدہ

تمام پیغمبروں میں اعلیٰ شان اور مرتبے پر فائز ہیں اسی طرح آپ کے اوصاف بھی کامل، اکمل اور بلند ترین ہیں۔

اگر چہ رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی بیک وقت بے شمار صفات کے ساتھ متصف تھی اور آپ ﷺ بیک وقت ایک عظیم سیاستدان، مدبر، مصلح، مبلغ اور معلم تھے، مگر آپ ﷺ کی معلم ہونے کی صفت بہت واضح ہے، اور اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے معلم بنا کر بھیجا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے جس انداز سے امت کو تعلیم دی ہے اور جس قدر مختصر مدت میں دی ہے اس کی کوئی مثال پیش نہیں کرسکتا، رسول اکرم ﷺ کے اقوال اور اعمال و کردار سے اس وقت کے معاشرے میں انقلاب آیا اور آپ ﷺ نے اس معاشرے کو انسانیت کی اعلیٰ معراج تک پہنچا دیا۔ آج بھی انسانی معاشرہ اگر اس سے صرفِ نظر کرے تو وہ روحانی، معاشرتی، تمدنی، سیاسی اور تعلیمی ترقی کی حدود کو نہیں چھوسکتا۔

رسول اکرم ﷺ کی ذات میں وہ کونسے اوصاف تھے اور آپ ﷺ نے امت کے ساتھ تعلیم کے باب میں وہ کونسا طرزِ عمل اپنایا جس کی وجہ سے اتنا عظیم انقلاب برپا ہوا، جس نے وحشیوں کو تہذیب و شرافت کا امام بنایا، جس نے خون کے پیاسوں کو ایک دوسرے پر مرمٹنے والا بنایا اور جس نے عرب قوم کو وہ زندہ جاوید صفات بخشیں کہ ان کے کارنامے سنہری حروف کے ساتھ تاریخ انسانی کے اوراق کا حصہ بن گئے، یہ سیرت نبوی ﷺ سے متعلق ایک طویل موضوع ہے اور ان اوصاف پر ہم قدرے تفصیل سے لکھیں گے تاہم ان اوصاف میں سرفہرست جو چیزیں تھیں ان میں ایک بنیادی چیز آپ ﷺ کا نرم اندازِ تعلیم اور آپ ﷺ کی طبیعت کی نرمی تھی۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ
لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ص (۳)

پس اللہ کی طرف سے رحمت کے سبب آپ ﷺ ان کے لئے نرم پڑ گئے ہیں
اور اگر آپ ﷺ سخت مزاج، سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے
بھاگ کھڑے ہوتے

جنہوں نے سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ کفار و مشرکین نے ہر مقام پر رسول اکرم ﷺ کا مقابلہ کیا۔ آپ ﷺ کے راستوں میں کانٹے بچھائے، آپ کے ساتھ معاشرتی طور پر قطع تعلق (Social boycott) کر کے آپ ﷺ کو مع پیروکاروں کے شعب ابی طالب میں محصور کیا، آپ ﷺ

کو اپنے مقصد سے ہٹانے کے لئے خوبصورت عورتوں اور ملک و مال کی پیشکش کی، ڈرایا دھمکایا، قتل کے منصوبے بنائے، آپ ﷺ کو ساحر، مجنون اور ابتر کہا، مگر ان تمام چیزوں کے باوجود آپ ﷺ کے پائے ثبات میں لغزش تک نہیں آئی، پھر رسول اکرم ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا، ہر وقت ان کے لئے قہر وغضب کے بجائے رحم وشفقت کے جذبات رکھے ہیں، اگر کبھی کسی نے فرمائش بھی کی کہ فلاں شخص یا فلاں قوم کو بددعا دیں تو آپ ﷺ کے دستِ شفقت ہمیشہ ان کی ہدایت کے لئے اٹھے، ساری ساری رات عبادت میں مشغول رہنے کے بعد صبح امت کی مغفرت اور رحمت کے لئے دعا فرمائی ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا اندازِ تعلیم عام اساتذہ کی طرح نہیں تھا کہ سبق پڑھایا، تشریح کی، کتاب بند کی اور بس، بلکہ آپ ﷺ ایک طرف قرآن و حدیث کے الفاظ سکھاتے، تشریح بیان فرماتے، عملی انداز میں سمجھاتے اور پھر دوسری طرف امت کے افراد کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھتے۔ کمی بیشی اور کجی کا علاج فرماتے اور جب تک حالت سدھر نہ جاتی اصلاح کا عمل جاری رہتا۔

اسلام میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ یہ اپنے پیروکاروں کو حرام اور ناجائز کاموں کی فہرست ہاتھ میں نہیں تھماتا بلکہ جہاں حرام اور ناجائز امور کی پیش بندی کرتا ہے وہیں متبادل حلال اور جائز راہ عمل کی نشاندہی بھی کرتا ہے اور امت کو اپنی ضروریات جائز طور پر پوری کرنے کے لئے پوری پوری راہنمائی کرتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بھی بڑی وضاحت کے ساتھ سامنے آتی ہے کہ آپ ﷺ نے جو بھی حکم دیا، سب سے پہلے اس پر خود عمل کر کے دکھایا، اس طرح اپنے اہل وعیال اور قریبی دوست احباب کو بھی اس سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا بلکہ ان کے لئے دوسروں کے بہ نسبت عمل کو زیادہ لازم قرار دیا، عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ کسی قوم، ملک یا تحریک کے علمبردار اپنے آپ کو قانون اور اصول سے بالاتر سمجھتے ہیں اور جس چیز کی نصیحت دوسروں کو کرتے ہیں، خود اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ مگر رسول اکرم ﷺ اپنے ارشاد پر سب سے پہلے خود عمل کرتے، اس میں جہاں تواضع، انکسار، مساوات اور پابندی قانون کا درس ہے وہاں رسول اکرم ﷺ کے عمل سے امت کے لئے عملی نمونہ بھی سامنے آجاتا ہے۔ اور ایک نظریاتی امر (Theory) کو کس طرح عملی (Practical) انداز میں انجام دینا چاہئے اس کی معقول صورت سامنے آجاتی تھی، خلاصہ یہ کہ جس معلم میں اخلاص اور لگن ہو، نرمی اور شفقت ہو، اپنی تعلیمات پر خود یقین اور عمل ہو تو وہ نہ صرف کامیاب معلم ہوتا ہے بلکہ دوسرے معلمین کے لئے بھی قابلِ تقلید نمونہ ہوتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی ذات میں یہ ساری چیزیں نہایت اعلیٰ پیمانہ پر جمع

تھیں۔ آیئے رسول اکرم ﷺ کی ذات کے چند تعلیمی وتربیتی اوصاف کا ذکر کریں۔

عام فہم اندازِ کلام

معلم کے لئے ایک ضروری صفت یہ ہونی چاہئے کہ جب وہ درس دے تو نہایت صاف بات کرے۔ الفاظ کی ادائیگی الگ الگ کرے اور اس طرح فصاحت سے بولے کہ مخاطب ذہن پر بوجھ ڈالے بغیر بات سمجھ جائے۔ رسول اکرم ﷺ کی عادت تھی کہ بات بڑی فصاحت اور وضاحت کے ساتھ فرماتے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔

كَان كَلامُ رَسولِ الله ﷺ كَلامًا فَصلاً يفهمهُ كُلّ من يسمعه (۴)

رسول اللہ ﷺ کا کلام الگ الگ الفاظ پر مشتمل ہوتا تھا اس طرح کہ جو بھی اسے سنتا سمجھ جاتا

رسول اکرم ﷺ کی مجلس میں بعض اوقات سامعین کی تعداد زیادہ ہوتی اور ہر فرد تک بات پہنچانا مشکل ہوتا، یہ احساس رہتا کہ بعض افراد بات نہیں سمجھ پائیں گے اس لئے رسول اکرم ﷺ اپنی بات کو تین دفعہ دہراتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی اس عادت کے بارے میں فرماتے ہیں:

كَان اِذا تَكلَّمَ بِكلِمةٍ اَعَادها ثَلاثًا حَتىٰ تُفهم عنه (۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بات کرتے تو تین دفعہ دہراتے یہاں تک کہ بات سب کی سمجھ میں آجاتی

اسی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ تین بار سلام فرماتے، اس کا مقصد بھی یہی ہوتا کہ تمام مخاطبین تک آواز پہنچ جائے، اس سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ استاد کو چاہئے کہ درس کے دوران ٹھہر ٹھہر کر بات کرے اور اگر بات کسی کی سمجھ میں نہ آئے یا مشکل مقام ہو تو دو تین بار بات دہرائے کہ یہ سارے اصول رسول اللہ ﷺ کے طرزِ عمل سے ثابت ہیں۔

مخاطب کی ذہنی استعداد کی رعایت

رسول اکرم ﷺ ایک ماہرِ تعلیم تھے، اور ایک ماہر تعلیم اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ جو بات وہ کہنا چاہتا ہے آیا وہ مخاطبین کی ذہنی استعداد کے مطابق بھی ہے یا نہیں۔ وہ کوئی ایسی بات نہیں کرتا جو مخاطب کی ذہنی استعداد سے بالاتر ہو۔ چنانچہ پرائمری اسکول کا استاد اپنے بچوں کو ان کی ذہنی استعداد

کے مطابق سبق پڑھاتا ہے اور ہائی سکول کا استاد اپنے بچوں کو ان کی ذہنی استعداد کے مطابق درس دیتا ہے۔رسول اکرم ﷺ اس بات کا بڑا خیال فرماتے تھے کہ اگر ایک شخص نیا مسلمان ہوا ہے اور دوسرا قدیم الاسلام تو دونوں کو سمجھانے میں فرق رکھیں تاکہ دونوں اپنی ذہنی استعداد کے مطابق سمجھ سکیں، یہی فرق آپ ﷺ ایک شہری اور ایک دیہاتی کی تعلیم میں ذہنی استعداد کو مدنظر رکھ کر روا رکھتے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے اپنے علاقے کی مخصوص زبان و لہجے میں رسول اکرم ﷺ سے سفر کے دوران روزے کا حکم پوچھا۔اس زبان میں مختلف حروف کو میم سے بدلا جاتا تھا۔اس کا سوال تھا:اَمن اَمبر امصوم فی امسفر؟ آپ ﷺ نے اسے اسی مخصوص زبان و لہجے میں جواب دیا۔فقال لیس من امبر امصوم فی امسفر (۶)

خود قرآنِ پاک کے تھوڑا تھوڑا نازل کرنے کی اللہ تعالیٰ نے یہی حکمت بیان فرمائی ہے۔قرآن کریم سے قبل ساری آسمانی کتابیں اپنے اپنے پیغمبروں پر یکبارگی نازل ہوئی ہیں جبکہ قرآن کریم کم وبیش تئیس سال کے عرصے میں نازل ہوا ہے۔کافروں نے اس پر بھی اعتراض کیا کہ سارا قرآن ایک دم کیوں نہیں نازل ہوتا؟ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ اس طرح نازل کرنے کی دو حکمتیں ہیں،ایک یہ کہ بار بار اللہ تعالیٰ کا رسول اکرم ﷺ سے بار بار رابطہ کرنا آپ ﷺ کی تسلی اور دلجمعی کے لئے ہے۔دوسرے یہ کہ اسے ہم آہستہ آہستہ اور تھوڑا تھوڑا کر کے اس لئے نازل کرتے ہیں،تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو ارشاد ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ
كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيْلاً O(۷)

پیغمبر کی مثال ایک طبیب اور حکیم کی ہوتی ہے اور جس طرح ایک مریض دو چار دن بعد طبیب کو دوبارہ معائنہ کراتا ہے۔مرض کے احوال بتاتا ہے۔دوا کے اثرات بیان کرتا ہے اور پھر مزید ہدایات لیکر دوا استعمال کرتا ہے اسی طرح رسول اکرم ﷺ بھی باطنی امراض کا بار بار معائنہ فرماتے اور ارشادات کے ذریعہ اصلاح فرماتے۔

تعلیم میں تدریج کا اصول

بدی یک دم ختم نہیں ہوتی اور نیکی فوراً نہیں آسکتی۔اس کے لئے بڑی محنت اور حکمتِ عملی کی ضرورت ہوتی ہے اور ایک طویل جدوجہد کے بعد معاشرہ صحیح معنوں میں اصلاح پذیر ہوسکتا ہے،عرب کا

معاشرہ بہت بگڑ چکا تھا اور اس کی اصلاح کے لئے تدریج کے اصول کی ضرورت تھی، یعنی اس کی خرابیوں کو آہستہ آہستہ اور مرحلہ وار ختم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات حکیم ہے اور حکمت کا تقاضا ہے کہ اصولِ اصلاح کا خیال رکھا جائے، یہ اصول اسلام نے کس طرح بتدریج رائج کئے اس کی ایک واضح مثال شراب کی حرمت کی ہے۔ چونکہ شراب کا استعمال عرب معاشرے میں بہت زیادہ تھا اور اسے فوراً ختم کرنا مشکل تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے شراب سے متعلق قرآن پاک میں پہلے آیت نازل فرمائی:

یَسْـئَـلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ط قُـلْ فِیْهِـمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ط وَاِثْمُهُمَا اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ط (۸)

یہ لوگ آپ ﷺ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں اور ان کا گناہ ان کے فائدوں سے بڑھ کر ہے

اس کے کچھ عرصے بعد دوسری آیت نازل ہوئی، اس میں حکم تھا۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوْا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُکٰارٰی (۹)

اے ایمان والو! تم نشے کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ

اس میں عبادت کے وقت شراب کے استعمال اور اس کے اثرات سے بچنے کی ممانعت تھی، اس کے کچھ عرصے بعد سختی کے ساتھ شراب سے منع کیا گیا اور اسے مکمل طور پر حرام قرار دیا گیا، جس کی تفصیل سورۃ المائدہ میں مذکور ہے۔

یہی اصول رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات میں کارفرما تھے۔ امت کو پہلے پہل آسان طریقے سے راہِ عمل کی نشاندہی فرماتے اور پھر آہستہ آہستہ اس مقام تک پہنچاتے جہاں تک مشیتِ ایزدی ہوتی۔

تعلیم میں زبردستی کرنے سے اجتناب

رسول اکرم ﷺ کے طریقۂ تعلیم میں ایک خصوصیت یہ تھی کہ دین اور حصولِ علم کے سلسلے میں کسی پر زبردستی کوئی حکم نہیں تھونپتے تھے، بلکہ ترغیب اور نرمی سے کام لیتے اور عمل کے فضائل بیان فرماتے، خود اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ قَدْتَبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ (۱۰)

دین کے قبول کرنے میں کسی پر زور زبردستی نہیں ہے بیشک ہدایت کو گمراہی سے
واضح کر کے الگ کر دیا گیا ہے

مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اچھے اور برے راستے کو خوب واضح کر کے بیان فرما دیا ہے اب ہر عقلمند انسان اپنے لئے اچھے یا برے راستے (یعنی اسلام یا کفر) کا انتخاب خود کرسکتا ہے۔ اسی طرح اسلامی احکام میں بھی تکلیف بمالا یطاق کا تصور نہیں ہے یعنی ایسی چیز جو انسان کے لئے خواہ مخواہ تکلیف دہ اور ضرر رساں ہو، اسلام میں کسی انسان کو اس کے کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا ہے۔ اس لئے ارشاد ہے۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (۱۱)

اللہ تعالیٰ کسی کو ایسی چیز کی تکلیف نہیں دیتا جو اس کی وسعت اور طاقت سے باہر ہو

ایک دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے

فَذَکِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَکِّرٌ O لَسْتَ عَلَیْهِمْ بِمُصَیْطِرٍ O (۱۲)

آپ نصیحت کریں آپ کا کام تو بس نصیحت کرنا ہے اور آپ ان پر نگران نہیں ہیں

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہے

وَمَا اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ ط فَذَکِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ (۱۳)

اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہیں، سو قرآن کے ذریعے اس شخص کو
نصیحت کیجئے جو ہماری وعید کا ڈر رکھتا ہے''

رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ پر نظر دوڑائیں گے تو اسے ان آیتوں کی عملی تفسیر پائیں گے، آپ ﷺ نے اپنی تعلیمات بڑی حکمت، موعظت اور نرمی کے ساتھ امت کو منتقل کی ہیں اور اس سلسلے میں کبھی زور زبردستی اور جبر و اکراہ سے کام نہیں لیا ہے۔

دوسروں کو اُکتانے سے پرہیز

عبادت ہو یا حصولِ علم دونوں کیلئے ضروری ہے کہ انسان اس کے لئے ہشاش بشاش ہو اور اکتاہٹ کا شکار نہ ہو چنانچہ وہ معلم جو طالبعلموں کی نفسیات کو ملحوظِ خاطر رکھتا ہو اس بات کا اہتمام کرتا ہے کہ طالبعلم درس لیتے وقت تازہ دم ہو، وہ تھکاوٹ اور اکتاہٹ کا شکار نہ ہو اور درس اس پر بوجھ نہ بنے۔ رسول

اکرم ﷺ اس اصول کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتی ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُوْلُ خُذُوْا مِنَ الْعَمَلِ مَاتُطِيْقُوْنَ فَانَّ اللّٰهَ لاَ يَملُّ حَتّٰى تَملُّوا (۱۴)

رسول اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اتنا عمل کیا کرو جتنا تمہارے بس میں ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ (تمہارے کثرتِ عمل سے) نہیں اُکتاتا، ہاں تم اُکتا جاؤ گے۔

دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔

كَانَ النَّبِيُّ يَتخَوّ لنَا بِالْموعِظةِ فِى الأيامِ كَراهَةُ السّآمةِ عَلينَا (۱۵)

رسول اکرم ﷺ چند روز کے بعد ہمیں وعظ ونصیحت فرمایا کرتے تھے تاکہ ہمارے اوپر اکتاہٹ غالب نہ آجائے

اس سلسلے میں بخاری ومسلم میں ایک دلچسپ واقعہ بھی بیان ہوا ہے، راوی کہتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ ایک بار مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک رسی دوستونوں کے درمیان لٹکی ہوئی ہے رسول اکرم ﷺ نے پوچھا، یہ رسی کس لئے ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ اُم المؤمنین حضرت زینبؓ نے لٹکائی ہے جب وہ عبادت کرتے کرتے تھک جاتی ہیں تو اس سے لٹک کر تھکاوٹ اتارتی ہیں، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رسی کھول دو، جب تک تم میں سے کوئی تازہ دم رہے تو نماز پڑھا کرے اور جب تھک جائے تو آرام کرلیا کرے (۱۶)

اس سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ عبادت کی طرح طلب علم میں بھی طالب علم کے لئے ہشاش بشاش اور تازہ دم ہونا ضروری ہے۔ جب تھکاوٹ اور اکتاہٹ ہو تو اسے آرام کا موقع دینا چاہئے۔

مشفقانہ رویہ:

معلم کے لئے ضروری ہے کہ وہ نرم خو اور شفیق ہو۔ تعلیم جس طرح نرمی اور شفقت سے انسان کے ذہن میں جگہ پاتی ہے اس طرح سختی سے نہیں پاتی۔ رسول اکرم ﷺ کے اخلاق عام لوگوں کے ساتھ بہت نرم تھے۔ اور خود ان کو حکم فرماتے کہ نرمی سے کام لیا کرو۔ حضرت عائشہؓ رسول اکرم ﷺ کی حدیث روایت کرتی ہیں:

اِنّ اللّٰه رَفِيْقٌ يُحبُ الرِفْقَ فِى الامْر كُلِه (۱۷)

بیشک اللہ تعالیٰ نرم خو ہے اور تمام کاموں میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔

ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہ ہی روایت کرتی ہیں:

اِن الرفق لا یکُون فی شئی الا زانه ولا ینزع من شئی الا شا نه (۱۸)

نرمی جس چیز میں شامل ہو جائے تو اسے خوبصورتی بخشتی ہے اور جس چیز سے نکالی جائے تو وہ بدمزہ ہو جاتی ہے

رسول اکرم ﷺ نہایت نرم خو تھے اور قرآن پاک میں یہ نرمی اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت قرار دی گئی ہے۔ ارشاد ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (۱۹)

اللہ کی رحمت کے سبب آپ ﷺ ان کے لئے نرم پڑ گئے ہیں اور اگر آپ سخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے ہاں سے بھاگ کھڑے ہوتے

دوسری جگہ ارشاد ہے:

لَقَدْ جَآئَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنفُسِكُمْ ۚ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ ۚ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ رَّحِيم (۲۰)

بیشک آیا ہے تمہارے پاس ایک پیغمبر جو تم ہی میں سے ہے۔ گراں گذرتی ہے ان پر وہ بات جو تم کو مشقت میں ڈالے۔ تمہاری بھلائی کی حرص رکھتے ہیں۔ مومنوں کے لئے شفیق اور رحم دل ہیں۔

حضرت انس بن مالکؓ نے دس سال تک رسول اکرم ﷺ کی خدمت کی ہے۔ آپ رسول اکرم ﷺ کے مشفقانہ رویئے کے بارے میں فرماتے ہیں "میں نے رسول اکرم ﷺ کے ہاتھ مبارک سے نرم کوئی چیز نہیں دیکھی اور نہ ہی آپ کے جسم مبارک کی طرح کوئی خوشبودار چیز سونگھی ہے۔ میں نے رسول اکرم ﷺ کی دس سال تک خدمت کی ہے مجھے آپ نے کبھی "اوہو" تک نہیں فرمایا، کبھی نہیں فرمایا کہ تم نے فلاں کام کیوں کیا؟ اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ تم نے فلاں کام کیوں نہیں کیا؟" (۲۱)

اسی طرح ایک دوسرے صحابی اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں بچپن میں انصار کے نخلستان (کھجور کے باغ) میں گیا اور ڈھیلے مار مار کر کھجور گراتا لوگوں نے پکڑ کر مجھے آپ کی خدمتِ اقدس میں

پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا ڈھیلے کیوں مارتے ہو؟ میں نے کہا کھجوروں کے لئے ،فرمایا جو کھجور زمین پر گرے کھالیا کرو اور ڈھیلے مت مارا کرو۔ پھر میرے سر پر ہاتھ پھیر کر میرے حق میں دعا فرمائی، اس سے ثابت ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کا طریقۂ تعلیم وتربیت ایسا تھا کہ خرابی بھی دور ہو جائے اور انسان کی اصلاح اس طرح ہو جائے کہ اس کو گراں محسوس نہ ہو، اگر حقیقی معنوں میں معلمانِ امت اس طریقے کو اختیار کرلیں تو علم وادب اور اخلاق وکردار بہت جلد اسلامی رنگ میں طلبہ کے دل ودماغ میں جگہ پکڑ لیں گے۔

حکیمانہ رویہ

رسول اکرم ﷺ کا اندازِ تعلیم نہایت حکیمانہ تھا۔ حکمت کا تقاضا ہوتا ہے کہ معاشرے میں موجود خرابی بھی دور ہو جائے ، خدا اور رسول کی منشا بھی پوری ہو جائے اور اصلاح ایسے طریقے سے ہو جائے کہ کسی کو کوئی شکایت بھی نہ ہو، ایک نوجوان رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے زنا کی اجازت دی جائے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ جو فعل تم کسی اجنبی عورت کے ساتھ کرنا چاہتے ہو اگر کوئی شخص یہی تمہاری ماں کے ساتھ کرے تو کیا تم برداشت کرلو گے؟ اس نے کہا ہرگز نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ اچھا اگر یہی فعل کوئی تمہاری بہن کے ساتھ کرنا چاہے تو ؟ اس نے کہا ہرگز نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم جس کے ساتھ یہ فعل کرنا چاہتے ہو وہ بھی کسی کی ماں یا بہن ہوگی جس طرح تم برداشت نہیں کر سکتے اس طرح کوئی دوسرا بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد اس کے حق میں دعا فرمائی، یہ نوجوان جب آپ ﷺ کی مجلس سے اٹھ کر جا رہا تھا تو زنا سے پکی توبہ کر چکا تھا۔ (۲۲)

اسی طرح ایک دفعہ ایک دیہاتی آیا اور رسول اکرم ﷺ کی مسجد میں پیشاب کے لئے بیٹھ گیا، صحابہؓ اس کو مارنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے ان کو منع فرمایا۔ جب دیہاتی فارغ ہوا تو آپ ﷺ نے اس بلایا اور فرمایا:

> اِن هذه المساجد لا تصلح لشئی من البول والقذر انما هی لذكر الله والصلوٰة وقرائة القرآنِ
>
> یہ مسجدیں بول و براز کے لئے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر، نماز اور قرآن کی تلاوت کے لئے ہیں
>
> وامر رجلا من القوم فجاء بدلو من ماء فشنه عليه (۲۳)

پھر ایک شخص کو حکم دیا وہ ایک ڈول پانی لایا اور اس پیشاب پر بہا دیا

اسی طرح ایک دوسرا واقعہ احادیث کی کتابوں میں مذکور ہے جو بڑا دلچسپ بھی ہے۔ حضرت معاویہ بن الحکمؓ سفر پر تشریف لے گئے، اس وقت نماز میں سلام کا جواب دینے اور اشارے سے بات کرنے کی اجازت تھی، جب یہ سفر سے واپس تشریف لائے تو یہ اجازت ختم ہو چکی تھی ان کو معلوم نہ تھا جب نماز میں کھڑے ہو گئے تو کسی کو چھینک آئی انہوں نے جواب میں یرحمک اللہ کہا، صحابہؓ نے ان کو نماز ہی میں چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ مجھے کیوں دیکھ رہے ہو اور اشارے کر رہے ہو؟ جب نماز ختم ہوئی تو یہ صحابی آپ ﷺ کے حکیمانہ اور مشفقانہ اندازِ تعلیم کے بارے میں قسم کھا کر خود فرماتے ہیں:

فبأ بی ھو وامی ما رایت معلما قبلہ ولا بعدہ احسن تعلیماتہ فو اللہ ماقھرنی ولا ضربنی ولا شتمنی فقال ان ھذہ الصلوۃ لا یصلح فیھا شی من کلام الناس انما ھی التسبیح والتکبیر وقرائۃ القراٰن (۲۴)

میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں میں نے آپ سے بہترین تعلیم دینے والا معلم نہ پہلے دیکھا ہے نہ بعد میں، خدا کی قسم! آپ ﷺ نے نہ تو مجھے ڈانٹا، نہ مارا اور نہ برا بھلا کہا بلکہ فرمایا کہ نماز میں لوگوں کی طرح کلام مناسب نہیں، اس میں تو خدا کی تسبیح، تکبیر اور قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے۔

ان واقعات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا اندازِ تعلیم کس قدر حکیمانہ تھا، یہی وجہ تھی کہ یہ تعلیمات پوری دنیا میں پھیل گئیں اور لوگوں کے دلوں میں گھر کر گئیں۔

آسانی کا راستہ اختیار کرنا

اسلام اس لئے آیا ہے کہ انسان سے بے مقصد بوجھ کو ہٹا دے چنانچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک یہ بھی ہے:

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ (۲۵)

اور یہ نبی اُتارتا ہے ان پر سے ان کے بوجھ اور وہ قیدیں جو ان پر تھیں

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہے:

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (۲۶)

اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے سختی نہیں چاہتا

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

یسروا ولا تُعسروا وبشروا ولا تنفروا (۲۷)

لوگوں کے لئے آسانیاں پیدا کرو اور سختی مت کرو اور خوش خبریاں سنایا کرو اور نفرت مت دلاؤ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کو جب بھی دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ ان میں سے آسان کو اختیار فرماتے جب تک کہ وہ گناہ کا کام نہ ہوتا (۲۸)، نماز کتنی اہم ترین عبادت ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا ہے، لیکن اس کے بارے میں بھی فرمایا کہ جب تم دوسرے لوگوں کو نماز پڑھاؤ تو مختصر پڑھایا کرو۔ کیونکہ ان میں کمزور بیمار اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں، اور جب تم میں سے کوئی اکیلے نماز پڑھے تو جتنا جی چاہے لمبی کرے (۲۹)

اس سے معلوم ہوا کہ دین میں بے جا سختی نہیں ہے اور خصوصاً طالب علم کے ساتھ نرمی، آسانی اور سہولت کا معاملہ کرنا چاہئے۔

مزاج اور نفسیات کی رعایت

رسول اکرم ﷺ ماہر نفسیات تھے اور تعلیم بھی ایک ماہر نفسیات کی طرح مزاج اور نفسیات کو سامنے رکھ کر دیتے تھے، یا یوں کہیے کہ آپ ﷺ ایک ماہر طبیب تھے اور مریض کی بیماری کے مطابق اس کا روحانی علاج کیا کرتے تھے، اگر کوئی شخص والدین کا نافرمان ہوتا اور آ کر نصیحت طلب کرتا تو آپ ﷺ اسے والدین کی فرمانبرداری کا حکم دیتے، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت فرما دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا ''غصہ مت کیا کرو'' اس نے دوبارہ عرض کیا کہ کچھ مزید نصیحت کیجئے آپ ﷺ نے فرمایا ''غصہ مت کیا کرو'' اور کئی بار یہ سوال و جواب ہوا (۳۰) اس لئے کہ اس شخص میں یہی بری بیماری تھی جس کا علاج کرنا ضروری تھا۔

جنگ و جدال سے پرہیز

رسول اکرم ﷺ نے عام زندگی میں اور خصوصا تعلیم کے باب میں جنگ و جدال سے ہمیشہ پرہیز کیا ہے بلکہ یہ حکم فرماتے کہ اگر کوئی حقدار بھی ہو اور جنگ و جدال کی نوبت آئے تو اپنے حق سے دستبردار

ہو جائے مگر لڑائی جھگڑا نہ کرے، حضرت ابوامامہؓ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کے لئے جنت کے سامنے ایک محل کی ضمانت دیتا ہوں جو صاحبِ حق ہوتے ہوئے بھی جھگڑا نہ کرے (۳۱)،

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار رسول اکرم ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا آپ نے چادر زیب تن فرمائی ہوئی تھی جس کے کنارے موٹے تھے، ایک دیہاتی آیا اور آپ ﷺ کو اس چادر کے اطراف سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا، جس کی وجہ سے آپ ﷺ کے گلے پر اس کے نشان پڑ گئے، اس نے کہا اے محمد ﷺ! اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے مجھے بھی کچھ دو، آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور پھر مسکرا دیئے اور اسے مال دینے کا حکم فرمایا (۳۲)، دیکھئے آپ ﷺ نے نہ بدلہ لیا، نہ تلخ گفتگو فرمائی بلکہ ہنس دیئے اور اسے مال دینے کا حکم فرمایا۔ یہ طرزِ عمل آپ ﷺ کے اس قول کا عملی نمونہ تھا جس میں آپ نے فرمایا:

احسن الی من اساء الیک

جو تیرے ساتھ برائی کرے تو جواب میں اس کے ساتھ اچھائی کر

تعلیم، عملی انداز میں

رسول اکرم ﷺ کے طریقۂ تعلیم میں ایک خصوصیت یہ تھی کہ جو چیزیں محض زبانی طور پر سمجھانے سے سمجھ میں نہ آتیں بلکہ عملی طور پر سمجھانے کی ضرورت ہوتی، آپ ﷺ وہ چیزیں عملی طور پر سمجھاتے، چنانچہ بچوں کی تربیت کے پیشِ نظر ان کو اپنے ساتھ کھانے پر بٹھاتے تاکہ کھانے پینے کے عملی آداب سیکھ جائیں، حضرت عمرو بن سلمہؓ ایک صحابی ہیں جن کو رسول اکرم ﷺ کے گھر میں پرورش کی سعادت نصیب ہوئی ہے، فرماتے ہیں کہ میں چھوٹا تھا، آپ ﷺ کی پرورش میں تھا، جب میں آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھ کر کھانا کھاتا تو بوٹی، سبزی کی تلاش میں میرا ہاتھ پورے برتن میں پھرتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

یا غلام سم اللہ تعالیٰ و کل بیمینک و کل مما یلیک (۳۳)

بچے! بسم اللہ پڑھا کر اور اپنے داہنے ہاتھ سے کھا اور اپنے سامنے سے کھا

ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ نے انسانی زندگی، خواہشات، امیدوں اور اس کے ساتھ لگی مصیبتوں اور حادثات کے بارے میں صحابہ کرامؓ کو سمجھانا چاہا تو عملی طور پر سمجھانے کے لئے زمین پر ایک نقشہ کھینچا جو اس طرح تھا۔

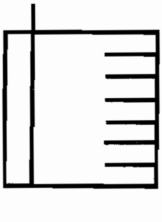

فرمایا کہ اس نقشہ میں چار تکونی خانہ انسانی زندگی ہے۔ درمیانی لکیر انسان ہے۔ چھوٹی چھوٹی لکیریں مصائب ومشکلات ہیں جس نے انسان کو ہر طرف سے گھیر رکھا ہے، اور لمبی لکیر کا جو سرا باہر نکلا ہے یہ اس کی امید ہیں جو اس کی زندگی سے بھی لمبی ہیں، مطلب یہ ہوا کہ انسانی زندگی مختصر ہے مصائب و مشکلات نے اسے ہر طرف سے گھرے رکھا ہے جبکہ امیدیں زندگی سے بھی زیادہ لمبی ہیں۔ ان کے پورا ہونے سے قبل ہی موت آجاتی ہے (۳۴) یہ عملی تعلیم کی کتنی واضح مثال ہے کہ ایک ان پڑھ یا کم تعلیم یافتہ انسان بھی اس کے ذریعہ بات کو آسانی کے ساتھ سمجھ جاتا ہے۔

اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم

رسول اکرم ﷺ کے عمل اور تعلیمات میں جو ایک واضح چیز ہمارے سامنے آتی ہے وہ تمام کاموں میں اعتدال اور میانہ روی ہے۔ اسلام کا یہ اصول آج کل زبان زدِ خاص وعام ہے کہ: خَیرُ الْاَمُورِ اَوسَطُھَا بہترین کام میانہ روی والا ہے، ایک بار تین افراد رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ عبادت کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ ایک نے کہا میں ساری رات عبادت کرونگا۔ دوسرے نے کہا میں ساری عمر روزہ رکھونگا۔ تیسرے نے کہا میں ساری عمر نکاح نہیں کرونگا اور شہوت پوری کرنے سے دور رہونگا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور زیادہ پرہیزگار ہوں اس کے باوجود میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور بغیر روزے کے بھی رہتا ہوں۔ نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں اور میں نے نکاح بھی کئے ہوئے ہیں پس جو میرے طریقے کے خلاف کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں (۳۵)۔ اس سلسلے میں حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں:

کنت اصلی مع رسول اللہ ﷺ الصلواتِ فکانت صلوٰۃ قصداً و خطبتہ قصداً (۳۶)

میں رسول اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھا کرتا تھا آپ کی نماز بھی درمیانہ درجے کی تھی اور خطبہ بھی درمیانہ درجے کا ہوتا تھا۔

اختصار اور جامعیت:

رسول اکرم ﷺ کے کلام اور تعلیم کا انداز اس طرح ہوا کرتا تھا جس میں اختصار بھی ہوتا اور جامعیت بھی ہوتی تھی۔ یعنی الفاظ مختصر ہوا کرتے تھے مگر ان کے ذریعے پورا پورا مطلب واضح ہوتا تھا۔

اس سلسلے میں رسول اکرم ﷺ کی چند احادیث کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ان میں غور کریں کہ کتنے مختصر الفاظ ہیں اور کس قدر جامعیت ہے۔حضرت ابوعمروؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے اسلام میں ایسی چیز بتا دیں کہ آپ کے بعد کسی سے پوچھنے کی حاجت باقی نہ رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

قل امنت بالله ثم استقم (۳۷)

ایمان لانے کے بعد اس پر مضبوطی سے جم جاؤ

اس طرح ایک دوسری مختصر اور جامع حدیث ہے جو حضرت جابرؓ نے نقل کی ہے۔ارشاد ہے:

کل معروف صدقة (۳۸)

ہر ایک نیکی صدقہ ہے

ایک اور مختصر اور جامع حدیث ہے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

المرء مع من احب (۳۹)

انسان کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھے گا

ظاہر ہے جو جس کے ساتھ محبت رکھے گا اسی کے نقشِ قدم اور طریقے کے مطابق زندگی بسر کرے گا جو دونوں کے لئے ایک جیسے حشر کا ذریعہ بنے گا۔

دل نشین ضرب الامثال

رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات میں ایک یہ چیز بڑی وضاحت کے ساتھ سامنے آتی ہے کہ آپ ﷺ بات کی وضاحت کے لئے بعض مواقع پر بہت پیاری پیاری مثالیں بیان فرماتے۔جس کی وجہ سے ایک طرف بات مخاطب کے ذہن میں اچھی طرح بیٹھ جاتی اور دوسری طرف اس سے مجلس میں رونق اور تازگی بھی پیدا ہو جاتی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ بھی ایک گناہ کبیرہ ہے کہ انسان اپنے ماں باپ کو گالی دے۔صحابہؓ نے عرض کیا کہ ایک شخص اپنے ماں باپ کو کس طرح گالی دے سکتا ہے؟ فرمایا کہ کوئی شخص دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے اور وہ جواب میں اس کے باپ کو گالی دیتا ہے۔اسی طرح ایک شخص کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے اور وہ جواب میں اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔

یہ اس طرح ہوا جیسے اس نے اپنے ماں باپ کو گالی دی (۴۰) ایک روایت میں ہے کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات پر مضبوط توکل کرو تو وہ تم کو اس طرح رزق دے گا جس طرح پرندوں کو دیتا ہے۔ پرندے صبح سویرے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ واپس آتے ہیں (۴۱)

تعلیم میں اجارہ داری کا خاتمہ

اسلام وہ پہلا مذہب ہے جس نے حصول علم کو ہر انسان کا حق قرار دیا ہے اور اس سلسلے میں کسی قوم یا جماعت کے قبضے اور اجارہ داری کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اسلام میں بچوں کی تعلیم کی بھی تاکید کی گئی ہے، مردوں اور عورتوں کی تعلیم کی بھی تاکید موجود ہے یہاں تک کہ غلاموں اور لونڈیوں کو بھی زیور تعلیم سے مزین کرنے کا حکم ہے۔ اور اس کے بارے میں فضائل بیان ہوئے ہیں۔ ایک بار رسول اکرم ﷺ کی مجلس میں غریب اور نادار صحابہ کرامؓ تشریف فرما تھے کہ چند مالدار کافر آئے اور کہا کہ ہم آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھتے ہیں مگر اس شرط پر کہ ان غریب افراد کو اپنے سے دور کیجئے۔ رسول اکرم ﷺ وحی الٰہی کا انتظار کرنے لگے۔ وحی نازل ہوئی

> وَلا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ (۴۲)
>
> جو لوگ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے اسے پکارتے ہیں ان کو اپنے سے دور مت کیجئے (۴۳)

آپ ﷺ کا ارشاد ہے

> اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت اور علم مجھے دے کر بھیجا ہے اس کی مثال ایک ایسی بارش کی سی ہے جو زمین کے کسی حصے پر برسے اور یہ اچھی زمین ہو جو پانی جذب کرے سبزہ اور گھاس اگائے اور اس زمین کا بعض حصہ ایسا ہو جو پانی کو اپنے اندر جمع کرے اور لوگ اس سے فائدہ حاصل کریں یعنی خود پانی پئیں اور کھیتی کو بھی پانی دیں۔ اور زمین کا ایک حصہ بنجر ہو جو نہ پانی جذب کرتا ہو اور نہ کچھ اُگاتا ہو۔ اسی طرح اس علم کو بعض لوگ سمجھ جاتے ہیں اور دوسروں تک پہنچاتے ہیں اور بعض اس طرف متوجہ نہیں ہوتے اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو قبول نہیں کرتے (۴۴)

مقصد یہ ہے کہ دین اور اس کی تعلیم عام ہے اگر کوئی اسے قابلِ اعتنا نہ سمجھے اور حاصل نہ کرے

تو یہ اس کی اپنی بدقسمتی ہے اس میں دین کا کچھ قصور نہیں۔

عورتوں اور لڑکیوں کی تعلیم کی ترغیب

اسلام علم اور تعلیم کا مذہب ہے جو ہر انسان کو تعلیم کا حقدار ٹھہراتا ہے۔اسلام سے قبل عورتوں کے حقوق متعین نہ تھے۔اسلام نے ان کو دیگر حقوق سمیت تعلیم حاصل کرنے کا بھی حق دیا۔اس سلسلے میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص تین بیٹوں یا تین بہنوں کی پرورش کرے،ان کو ادب سکھائے۔اور ان پر رحم اور شفقت کرے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں اور پھر ان کے نکاح کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت واجب فرما دیتے ہیں۔ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! دو بیٹیوں یا دو بہنوں کی پرورش اور تربیت کا کیا ثواب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ان کا بھی یہی ثواب ہے۔راوی کہتا ہے کہ اگر کوئی ایک بیٹی یا ایک بہن کے بارے میں پوچھتا تو اسے بھی یہی جواب دیا جاتا (۴۵) یہ تو آزاد عورت کے لئے حکم ہے اسلام میں غلاموں اور لونڈیوں کو بھی تعلیم حاصل کرنے کا حق دیا گیا ہے۔رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے" جس کے پاس ایک لونڈی ہو اور یہ اسے تعلیم دے اور بہتر طریقے سے دے اور بہتر طریقے سے ادب سکھائے پھر اسے آزاد کر کے اس کے ساتھ شادی کر لے تو اس کے لئے دوگنا اجر ہے۔(۴۶)

اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کی تعلیم کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے۔رسول اکرم ﷺ نے ہفتے میں ایک دن مقرر فرمایا تھا جس میں عورتوں کو نصیحت کیا کرتے تھے۔البتہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ علم کا حصول اگر مرد سے ہو تو مکمل پردے میں ہو۔عورت کا مرد اساتذہ اور طلبہ میں گھل مل جانا اور ان سے پردہ نہ کرنا کسی طرح جائز نہیں۔

خود مثال اور نمونہ بننا

ایک معلم اس وقت تک کامیاب معلم نہیں بن سکتا جب تک وہ اپنے نظریات اور تعلیمات پر خود عمل نہ کرے۔رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ خود عمل سے تعبیر تھی۔آپ ﷺ کی ذات بہترین نمونہ تھی۔اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے ساتھ پیغمبرؑ کی ہستی اس لئے بھیجی ہے کہ قرآنی تعلیمات کی عملی صورت امت کے سامنے آجائے۔اور قرآن کی تفسیر واضح اور متعین ہو جائے۔آپ ﷺ نے نماز،روزہ حج، زکوٰۃ کا حکم دوسروں کو دیا ہے اور ان عبادات کی ادائیگی میں سب پر سبقت لے گئے ہیں بہت سی روایات ہم تک آنحضرت ﷺ سے ایسی پہنچی ہیں جن میں آپ سے زبانی ہدایات منقول نہیں ہیں بلکہ آپ

ﷺ کے طرزِ عمل سے ہی حکم اور طریقہ متعین ہوا ہے۔

سلام کرنا اسلام کے بنیادی اور معروف اعمال میں سے ایک ہے۔ معاشرے میں اس سنت کو رواج دینے کے لئے رسول اکرم ﷺ نے ہمیشہ سلام کرنے میں پہل کی ہے۔ حضرت انسؓ رسول اکرم ﷺ کے خادمِ خاص تھے۔ بچوں کے قریب سے گذرتے ہوئے ان کو سلام کرتے اور فرماتے کہ رسول اکرم ﷺ اس طرح کیا کرتے تھے (۴۷) یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ کی تعلیمات بہت جلد دنیا میں پھیل گئیں اور لوگوں کے دلوں میں جگہ پکڑ گئیں۔ لہذا معلم کو چاہئے کہ وہ اپنی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے خود نمونہ اور مثال بنے۔

بے فائدہ سوال و جواب سے احتراز

اصل علم اور تعلیم وہ ہے جو ایک خاص مقصد کے تحت ہو۔ بے مقصد تعلیم فائدے کے بجائے نقصان دیتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ اس بات کا خاص اہتمام فرماتے کہ بے فائدہ سوال و جواب سے احتراز ہو۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا یُّھَا لَّذِیْنَ اٰمَنُوا لاتَسْئَلُوا عَنْ اَشیَاءَ اِن تُبدَ لَکُم تَسُؤکُم (۴۸)

اے ایمان والو! بہت ساری ایسی چیزوں کے بارے میں مت پوچھا کرو کہ اگر تمہیں حقیقت معلوم ہو جائے تو تم کو برا لگے

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے

دعونی ماترکتم انما ھلک من کان قبلکم کثرۃ سوالِھم واختلافِھم علی انبیاء ھم (۴۹)

جس کام کے بارے میں میں خود وضاحت نہ کروں اس کے بارے میں تم مت پوچھا کرو کیونکہ تم سے قبل لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں کہ (بے ضرورت) زیادہ سوالات کیا کرتے تھے اور اپنے انبیا سے اختلاف کرتے تھے

ایک روایت میں آتا ہے کہ مسلمان بندے کے اسلام کی خوبی بھی یہی ہے کہ بے معنیٰ اور فضول کاموں اور باتوں سے احتراز کرے۔ مختصراً یہ کہ اسلام ایک با مقصد مذہب ہے اور دوسروں کو لایعنی باتوں، بے مقصد کاموں اور فضول سوال و جواب سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔

بلا معاوضہ تعلیم

آپ ﷺ کی تعلیمی خصوصیات میں سے ایک یہ چیز تھی کہ اس پر کسی قسم کی اجرت یا معاوضہ طلب نہ فرماتے۔ تعلیم عام تھی اور مفت بھی، بلکہ علم کے طلبہ پر اپنی طرف سے خرچ فرمایا کرتے تھے، مدینہ منورہ میں اصحابِ صفہ دین کے طالبِ علم تھے جب کہیں سے کوئی صدقہ آتا تو آپ ﷺ ان کے پاس بھیجتے، دین اور علم پر اجرت طلب نہ کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ رسول اکرم ﷺ کو ہدایت دیتے ہیں: قُل لَّآ اَسئَلُکُم عَلَیهِ اَجراً ط (۵۰) فرما دیجئے کہ میں تم سے اس دین پر کسی قسم کی اجرت طلب نہیں کرتا'' ان ہی تعلیمات کے تناظر میں متقدمین علما نے قرآن کی تعلیم پر تنخواہ لینا ممنوع قرار دیا تھا۔ بعد میں دینی امور میں کمزوری اور کوتاہی کے پیشِ نظر متاخرین علماء نے اس کو جائز قرار دیا۔

تعلیم میں سادگی اور انکسار

معلم کے لئے ضروری ہے کہ خود بھی سادہ وضع قطع کا مالک ہو اور اس کے درس کا طریقِ کار بھی سادہ ہو۔ اس کے علاوہ اس کے مزاج میں عاجزی اور انکسار ہو اور علم کا غرور اور بے جا فخر نہ ہو۔ ہمیں دین نے یہ سبق دیا ہے کہ تواضع اور انکسار شرافت کی علامت ہے اور غرور تکبر رزالت کی علامت ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

ما تواضع احد الا رفعه الله (۵۱)

جو تواضع اور عاجزی اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اسے عزت و رفعت عطا فرمائے گا

جب طبیعت میں سادگی اور عاجزی آجائے تو پھر طالبِ علم بغیر کسی خوف و جھجک کے استاد کے قریب ہو جاتا ہے اور علم کا حصول شروع کرتا ہے۔ ایک بار ایک مسافر صحابی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے، اس صحابی کو مجلس کے آداب کا علم نہیں تھا، عرض کیا کہ مجھے آپ دینی احکام سکھا دیں۔ آپ ﷺ نے خطبہ چھوڑ دیا اور اس صحابی کو دین کے احکام بتائے اور پھر جا کر اپنا خطبہ شروع فرمایا (۵۲) آج اگر معلمین نے آپ ﷺ کے اندازِ تعلیم کو اپنایا تو پوری دنیا میں تعلیم عام ہو جائے گی اور اس تعلیم کے اثرات عام معاشرے کے لئے دیرپا اور مفید بھی ثابت ہوں گے۔

حوالہ جات

(۱) الاحزاب، ۲۱

(۲)

(۳) آل عمران: ۱۵۹

(۴) ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی: کتاب السنن، رقم الحدیث ۴۸۳۹

(۵) مشکوۃ، باب العلم، حدیث ۱۹۷

(۶) جمع الفوائد۔ رقم الحدیث ۳۰۳۹

(۷) فرقان: ۳۲

(۸) البقرۃ: ۲۱۹

(۹) النساء: ۴۳

(۱۰) البقرۃ: ۲۵۶

(۱۱) البقرۃ: ۲۸۶

(۱۲) الغاشیہ: ۲۱، ۲۲

(۱۳) سورۃ ق: ۴۵

(۱۴) البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، جلد ۱، ص ۲۶۴

(۱۵) بخاری: جلد ۱ ص ۱۶

(۱۶) بخاری: جلد ۱، ص ۱۵۴

(۱۷) البخاری: ۱۰، ۳۷۵، مسلم، رقم الحدیث ۲۱۶۵

(۱۸) مسلم: رقم الحدیث ۲۵۹۴

(۱۹) آل عمران: ۱۵۹

(۲۰) التوبۃ: ۱۲۸

(۲۱) بخاری: ۶، ۴۲۰، ۴۲۱۔ مسلم، رقم الحدیث ۲۳۳۰

(۲۲) نورالدین ہیثمی، مجمع الزوائد، کتاب العلم، ج ۱، ص ۱۲۹

(۲۳) جمع الفوائد، ج ۱، ص ۶۳

(۲۴) ایضاً، ج ۱ ص ۲۲۱۔ مسلم ج ۱، ص ۲۲۳

(۲۵) الاعراف: ۱۵۷

(۲۶) البقرۃ: ۱۸۵

(۲۷) بخاری، ۱، ۱۵۰۔ مسلم، رقم الحدیث ۱۷۳۴

(۲۸) بخاری، ۶، ۴۱۹، ۴۲۰۔ مسلم، رقم الحدیث ۲۳۲۷

(۲۹) مسلم: ج ۱، ص ۲۰۸

(۳۰) بخاری: ج ۲، ص ۱۳۲

(۳۱) ابوداؤد، رقم الحدیث ۴۸۰۰

(۳۲) بخاری، ۱۰، ۲۳۴۔ مسلم، رقم الحدیث ۱۰۵۷

(۳۳) بخاری، ۹، ۴۵۸۔ احمد بن حنبل، المسند ۴، ۲۶

(۳۴) بخاری، ۱۱، ۲۰۲۔ ترمذی، رقم الحدیث ۲۴۵۶۔ ابن ماجہ، رقم الحدیث ۴۲۳۱

(۳۵) بخاری، ۹، ۸۹، ۹۰۔ مسلم، رقم الحدیث ۱۴۰۱

(۳۶) مسلم، رقم الحدیث ۸۶۶۔

(۳۷) مسلم، رقم الحدیث ۳۸

(۳۸) بخاری، ۱۰، ۳۷۴۔ مسلم، رقم الحدیث ۱۰۰۵

(۳۹) بخاری، ۱۰، ۴۶۲، مسلم، رقم الحدیث ۲۹۴۱

(۴۰) بخاری، ۱۰، ۳۳۸۔ مسلم، رقم الحدیث ۹۰

(۴۱) ترمذی، رقم الحدیث ۲۳۴۵۔ ابن ماجہ، رقم الحدیث ۴۱۶۴

(۴۲) الحجر، ۸۸

(۴۳) مسلم، رقم الحدیث ۲۴۱۳

(۴۴) بخاری، ۱، ۱۶۰، ۱۶۱۔ مسلم، رقم الحدیث ۲۲۸۲

(۴۵) مشکوۃ، ج ۲، ص ۴۴۱

(۴۶) ابن عبدالبر، جامعہ بیان العلم وفضلہ، ص ۱۰۷

(۴۷) بخاری، ۱۱، ۴۷۔ مسلم، رقم الحدیث ۲۱۶۸

(۴۸) المائدۃ، ۱۰۱

(۴۹) مسلم، ج ۱، ص ۴۵۲

(۵۰) الشوریٰ، ۲۳

(۵۱) مسلم، رقم الحدیث ۲۵۸۸

(۵۲) مسلم، رقم الحدیث ۸۷۶۔